عشق سفر تھا تنہائی کے صحرا کا

ہما کوکب بخاری

"دادا جی پتا نہیں آپ ہر "وقت نیوز ویک" اور "ٹائم" میں کیوں گھسے رہتے ہیں؟"
عون نے میرے ہاتھ سے "نیوز ویک" کا تازہ شمارہ چھین کر میز پر پٹخ دیا۔ "مجھے آپ سے ایک پرابلم ڈسکس کرنا ہے۔"

"کیا پھر سونیا سے جھگڑا ہو گیا ہے کوئی؟"

"ظاہر ہے ہونا تو تھا۔ اس نے مجھے پانچ بجے بلایا تھا شاپنگ پر لے جانے کے لئے اور میں صرف ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ پہنچا۔ بس پھر کیا تھا اس نے اتنا منہ سجا لیا، بات ہی نہیں کر رہی مجھ سے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم دونوں کا بات نہ کرنا ہی بہتر ہے۔" میں نے میز پر سے پھر رسالہ اٹھا لیا۔

"دادا جی! آپ نے ساری زندگی کسی سے محبت نہیں کی، اس لئے ایسے کہہ رہے ہیں۔ بھلا بتائیں مجھے میں کیا کہہ کر سونیا کو راضی کروں؟"

"یہ میری فیلڈ نہیں ہے، میں نے اپنی طویل ازدواجی زندگی میں کبھی تمہاری دادی کو راضی نہیں کیا تھا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ تمہاری دادی نہ خود کبھی مجھ سے ناراض ہوئی تھی اور نہ میں اس سے کبھی ناراض ہوا تھا۔"

"حیرت ہے میری اور سونیا کی تو دن میں پچاس مرتبہ لڑائی ہوتی ہے۔" اس نے کہا۔
"تم اور سونیا بمشکل دو ڈھائی گھنٹے ایک ساتھ رہتے ہو اس کے باوجود اتنی لڑائی؟" میں نے حیرت ظاہر کی۔

"دادا جی! آپ ہی کے زمانے کے بزرگوں نے کہا تھا کہ جتنی آپس میں لڑائی ہو،

محبت بھی اتنی ہی ہوتی ہے۔"
"بھئی عون میاں بات دراصل یہ ہے کہ جس وقت ہمارے زمانے کے فارغ لوگ باتیں کیا کرتے تھے اس وقت ہم کام کرتے تھے، اس لئے کس نے کیا کہا اس کی ہمیں بالکل خبر نہیں۔"

"دادا جی آپ کو دادی سے بالکل بھی محبت نہیں تھی؟"

"محبت! ارے پوتے جی ہمیں تو ٹھیک سے ان کی شکل بھی یاد نہیں۔ دراصل اس کے وجود کا کبھی احساس ہی نہیں ہوا تھا۔ اُس وقت جب وہ میرے گھر اور میری زندگی میں داخل ہوئی اور نہ اُس وقت جب وہ ان دونوں جگہوں سے چلی گئی اور یہ اچھا ہی ہوا کہ وہ چلی گئی۔ میرے لئے میری آزادی بہت قیمتی ہے، رشتوں کے جھنجھٹ میں الجھنا مجھے پسند نہیں۔"

"حیرت ہے۔" عون نے پوری بات سننے کے بعد کہا۔ "ویسے دادا جی، دادی جی کے ہوتے ہوئے اور پھر ان کی وفات کے بعد کی زندگی میں کیا آپ کو بال برابر فرق بھی محسوس نہیں ہوا؟"

"فرق؟" میں نے کسی خاص فرق کے سوچنے کی کوشش کی۔ "ہاں ایک فرق تھا پہلے چوڑیوں کی چھنک کبھی یہاں، کبھی وہاں سنائی دیتی تھی لیکن اس کی وفات کے بعد یہ کھنک کبھی سنائی نہیں دی۔"

"دادا جی! آپ انسان نہیں لگتے۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ساری زندگی کسی سے محبت ہی نہ کرے، عشق ہی نہ کرے۔ اسے رشتوں کی اہمیت کا احساس ہی نہ ہو۔"
"یہ سب وقتی چیزیں ہوتی ہیں۔ عشق و محبت محض جوانی کا ابال ہے اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جیسے ہی عمر ڈھلتی ہے سب عشق اور محبت صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا ہے۔"

"افسوس ہے آپ عشق و محبت کو سمجھ ہی نہیں سکے۔ آپ نے ٹینی سن کو تو پڑھا ہے نا؟" عون نے پوچھا۔
"ہاں پڑھا ہے۔"
"وہ کہتا ہے It is better to have loved and lost than not to have loved at all (محبت کر کے ناکام ہو جانا محبت نہ کرنے سے بہتر ہے)۔"

وہ بولا۔ ''اور دادا جی عشق محض جوانی کا ابال نہیں ہے، میری نظر میں تو وہ بے حد بدقسمت ہے جو اس جذبے سے محروم ہے۔''

''بیٹا جی! میری عمر کو پہنچو گے تو تم میں اور تمہارے پوتے میں بھی ایسی ہی گفتگو ہوگی۔''

''نہیں دادا جی! ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کی طرح کے بدقسمت لوگوں میں سے نہیں ہوں جو عشق کے ذائقے سے محروم ہیں۔ عمر اس جذبے پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اب کسی کے عشق میں گرفتار ہو جائیں۔''

اس کے سنجیدہ انداز اور بات کو سن کر میں نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

''میں مذاق نہیں کر رہا۔'' اس کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔ ''میں اس بات پر شرط لگانے کو تیار ہوں۔''

''ہارنے پر کیا دو گے؟'' میں نے لطف لیتے ہوئے پوچھا۔

''میں ہار ہی نہیں سکتا، اس لئے ایسی صورت میں آپ جو چاہیں گے وہی ہوگا۔''

''تمہیں روزانہ اخبار اور ہر ہفتہ ''ٹائم'' اور ''نیوز ویک'' پڑھ کر مجھ سے ڈسکشن کرنی ہوگی۔'' میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا کیونکہ کرنٹ افیئرز کے ذکر سے ہی عون کو کرنٹ لگتی تھی۔

''منظور ہے۔'' اس نے ایسے کہا جیسے اسے یقین ہو کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ ''اور جیت جانے کی صورت میں آپ کیا دیں گے؟''

''جو تم چاہو گے۔''

''آپ مجھے ایک زبردست قسم کا ٹریل لے کر دیں گے۔'' اس نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا۔

''منظور ہے۔'' میں نے بھی راضی ہو کر کہا۔ ''لیکن تم کتنے عرصے میں مجھے قائل کرو گے؟''

''صرف تین مہینوں میں، میں اپنی بات ثابت کر دوں گا۔'' اس نے پر یقین لہجے میں کہا اور سنڈی سے چلا گیا۔

عشق و محبت کا موضوع میرے اور عون کے درمیان ضرور چھڑتا تھا۔ ہوتا یوں تھا کہ میں حالات حاضرہ پر بات کرتا تو وہ میری بات کاٹ کر سونیا کا ذکر لے آتا اور پھر عشق و محبت کے

میں اور مخالفت میں دلائل کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ پرانا وکیل ہونے کے ناطے میں چند دلائل میں ہی عشق و محبت کی دھجیاں بکھیر دیتا، اس کے باوجود عون کے یقین میں فرق نہ آتا۔

اس گھر میں میری سب سے لمبی بات اسی سے ہوتی تھی۔ عثمان اور بہو ہفتے دس دن بعد مجھے میرے بیڈروم یا سنڈی میں سلام کرنے آجاتے ہیں۔ امل اور حسن کی بات چیت ہیلو دادا جی، بائے دادا جی تک ہی محدود رہتی تھی۔ حسن سب سے چھوٹا ہے اور اسی لئے ماں باپ اور بہن بھائیوں کا خوب لاڈلا ہے۔ ہر وقت ویڈیو گیمز، کمپیوٹر اور اٹاری جیت پر اچھل کود اور ہار پر شور اور چیخم دھاڑ اس کے معمولات میں شامل ہیں۔

امل ہر دوسرے تیسرے دن کوئی نئی ڈش بنانے کچن میں گھس جاتی ہے۔ جب بھی وہ کچن میں داخل ہو، خانساماں اور بوا کی شامت آجاتی ہے۔ ویسے چیزیں بہت مزیدار بناتی ہے۔ سب سے پہلے ہر ڈش چکھنے کے لئے میرے پاس ہی لے کر آتی ہے۔

''دادا جی! ذرا چکھ کر بتائیں کیسی بنی ہے یہ ڈش؟'' اور پلیٹ میرے ہاتھ میں تھما خود یہ جا اور وہ جا۔ پوچھتی ہمیشہ ہے لیکن یہ جاننے کے لئے رکتی کبھی نہیں کہ ڈش کیسی بنی ہے۔ ویسے مجھے یہ ماحول پسند ہے۔ پوتوں، پوتی، عثمان اور بہو کا اپنے گھٹنے کے ساتھ لگ کر بیٹھے رہنا مجھے قطعاً پسند نہیں۔ رشتے داریوں کے جھنجھٹ میں پڑنا میری فطرت میں ہی شامل نہیں ہے۔ میں اس شرط پر عثمان کے ساتھ رہنے پر تیار ہوا تھا کہ کوئی بھی میرے کام میں مداخلت نہیں کرے گا۔ ہاں عون میرے معمولات کو خراب کرنے کہیں نہ کہیں سے ٹپک پڑتا تھا۔ آتے ہی سونیا کی ذات کو موضوع گفتگو بناتا ہے، مجھے حیرت ہے آج کل کے لڑکوں کو لڑکی کے علاوہ کچھ اور کیوں دکھائی نہیں دیتا۔ پھر اس وقتی کھیل کو بڑی سنجیدگی سے محبت اور عشق کا نام دے دیا جاتا ہے۔ نہ جانے کیوپڈ نے تیر پھینکنے کا کام اس قدر تیز کیوں کر دیا ہے کہ آج ایک ایک شخص کے حصے میں کئی کئی تیر آرہے ہیں، جبکہ میرے حصے میں ایک بھی نہیں آیا۔

☆======☆======☆

''دادا جی!'' عون میرے سامنے ہی قالین پر پکوڑوں کی پلیٹ رکھ کے بیٹھ گیا۔ ''آپ کیا ہر وقت لکھنے پڑھنے میں مصروف رہتے ہیں بچوں کی طرح۔ بلکہ جمعہ کو تو بچے بھی چھٹی کر لیتے ہیں، آج تو موسم بھی اتنا خوبصورت ہو رہا ہے میں تو پاگل ہو رہا ہوں۔''

میں بہت اہم آئینی مسئلے پر مضمون لکھ رہا تھا۔ اس لئے اس کی گفتگو نظر انداز کر دی۔

"بس سمجھ گیا دادا جی! آپ اداس ہو رہے ہیں دادی جی کے بغیر۔ موسم بھی تو بہت ظالم ہے ناں۔" اس نے پورا پکوڑا حلق میں اتارا۔ "میں بھی سونیا کے بغیر ایسے ہی اداس ہو رہا ہوں۔"

"تم تھوڑی دیر چپ نہیں ہو سکتے؟" میں نے بالآخر تنگ آ کر کہا۔

"دادا جی میں آپ کی Feelings سمجھ سکتا ہوں۔ مجھ پر بھی یہی گزر رہی ہے۔" اس نے افسوس سے سر ہلایا۔

"ہوں یہ شرط کے چکر میں مرحومہ سے میری عاشقی شروع کروانا چاہتا ہے۔" میں نے دل میں سوچا۔

"میں کام کر رہا ہوں اس وقت جاؤ یہاں سے۔" میں نے نگاہیں پھر کاغذ پر جما دیں۔

"کہاں جاؤں، گھر میں کہیں سے بھی باہر کا اتنا اچھا نظارہ دکھائی نہیں دے رہا۔" اس نے شیشوں کی دیوار سے باہر جھانکا۔ "پتا ہے دادا جی سونیا تو اس موسم کے لئے پاگل ہے، آپ اس سے ملیں وہ بہت اچھی ہے بہت زیادہ۔"

اس کی باتیں اب میری قوت برداشت سے باہر ہوتی جا رہی تھیں۔ "تم مجھے کام نہیں کرنے دو گے کیا؟" میں پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"آپ کو کسی سے بھی محبت نہیں ہے دادا جی۔" اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔ "نہ دادی سے، نہ مما پاپا اور ہم سے، نہ بارش سے، نہ پھولوں اور چاندنی سے، نہ بانسری کی آواز سے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کی زندگی کا مقصد کیا تھا۔ بلکہ کیا ہے؟ کیا حاصل کیا آپ نے اپنی اتنی طویل عمر میں؟ صرف نام و نمود اور دولت؟ آپ نے آج تک کسی سے محبت نہیں کی، اس لئے کوئی آپ سے بھی محبت نہیں کرتا۔"

"نوجوانوں کے ساتھ یہی مسئلہ ہے کہ وہ جذباتی بہت جلدی ہو جاتے ہیں۔" میں نے اپنے سامنے رکھے ہوئے ہوانا کے سگار بکس سے ایک سگار منتخب کر کے سلگایا۔ "محبت کرنے سے مجھے کیا اضافی فائدہ حاصل ہوتا؟"

اور یہیں سے نہ چاہتے ہوئے بھی ہمیشہ کی طرح میں عون سے بحث کرنے لگا۔

"محبت سے حاصل ہونے والا فائدہ میٹریل مادی نہیں ہوتا کہ آپ سونے چاندی اور نوٹوں کے ڈھیر کی طرح اسے چھو کر گن سکیں، یہ تو محسوسات کی بات ہے۔"

ابھی شاید عون مزید کچھ کہتا کہ امل ہمیشہ کی طرح بغیر دستک دیے دروازہ ایک دھماکے سے کھول کر اندر داخل ہوئی۔ حسب معمول اس کے ساتھ ژالی بھی تھی۔

"ہیلو دادا جی ہاؤ آر یو؟ میں نے یہاں روسٹڈ پی نٹس بنائے ہیں۔ یہ بلیک فارسٹ بھی ژالی نے بیک کیا ہے اور یہ پیزا بھی۔ میری فرینڈز نے آنا ہے کل اور ابھی ڈھیر کام کرنا ہے۔"

اسی دوران میں ژالی میرے قریب پہنچ چکی تھی۔ "دادا جی بتانا ضرور کہ کیسا بنا ہے، او وہ گاڈ اتنا کام ہے، میں اب چلتی ہوں، بائی۔"

اپنے پیچھے زوردار آواز میں دروازہ بند کر کے وہ جس طوفانی انداز میں آئی تھی ویسے ہی چلی بھی گئی۔

"آپ یہ نہ سمجھیں کہ امل محبت کے مارے یہ سب کچھ آپ کے لئے لاتی ہے۔ اصل میں گھر میں کسی کو اتنی فرصت اور ضرورت نہیں کہ اس کے بنائے ہوئے کھانے کھاتا پھرے۔"

"بچہ زیادہ ہی جذباتی ہو گیا ہے اور اب مجھے بھی جذباتی کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔" میں نے دل میں سوچا۔

"مجھے پتا ہے کہ آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگتا اور آپ مجھ سے تنگ ہو جاتے ہیں اس لئے میں جا رہا ہوں۔" وہ اب باقاعدہ ناراض ہو چکا تھا۔ "ویسے بھی سونیا تک پہنچتے پہنچتے بارہ بج جائیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا، میں نے سکون کا سانس لیا۔ اب پھر کمرے کی فضا میں ٹھہراؤ اور سکون تھا۔ ایک مرتبہ پھر میں نامکمل مضمون کی طرف متوجہ ہوا۔ ابھی بمشکل دو صفحے ہی لکھے تھے کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"ہمدانی سپیکنگ۔" میں نے سخت بیزار ہو کر کہا۔

"ہیلو میں تنہائی سے بور ہو رہی تھی۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں کوئی بدتمیز اور بدتہذیب لڑکی ہوں اور دوسروں کو فون پر تنگ کرنا میرا ہابی ہے۔ بات اس کے بالکل الٹ ہے۔ میں ساٹھ سال کی عورت ہوں جو اپنے بیٹے، بہو اور پوتے کی موجودگی میں تنہائی کا شکار ہے۔" وہ ایک ہی سانس میں اتنا کچھ کہہ گئی۔

"پھر میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" میری بیزاری اب عروج پر تھی۔

"کیا آپ تھوڑی دیر مجھ سے باتیں نہیں کر سکتے؟" اس کی آواز میں التجا تھی۔ "میں

جانتی ہوں کہ آپ کا وقت بہت قیمتی ہے اور آپ ایک مشہور وکیل ہیں۔''

''ہوں نہیں تھا۔'' میں نے تصحیح ضروری سمجھی۔

''چلیں ایسا ہی سہی۔'' دوسری طرف سے میری بات بلا چون و چرا مان لی گئی۔ ''لیکن آپ اس کی تردید تو نہیں کریں گے ناں کہ آپ آئینی امور کے ماہر کی حیثیت سے اخباروں میں مضامین لکھتے رہے ہیں۔''

''جی نہیں۔''

''ویسے ہمدانی صاحب یہ کچھ خشک سا موضوع نہیں ہے؟''

''بی بی اب میری عمر خواتین کے لئے تر افسانے لکھنے والی نہیں رہی۔'' میں اب ادھورے مضمون پر پوری فاتحہ پڑھ چکا تھا۔ ''ویسے آپ میرے متعلق اتنا کچھ جانتی ہیں تو آپ نے غلطی یا اتفاق سے میرا نمبر ڈائل نہیں کیا ہوگا۔''

''جی میں نے خوب سوچ سمجھ کر آپ کو فون کیا ہے اپنی تنہائی دور کرنے کے لئے۔''

''اپنی تنہائی دور کرنے کے لئے تو آپ کسی کو بھی فون کر سکتی تھیں، مجھے آپ نے بہت ڈسٹرب کیا ہے۔''

''آئی ایم سوری لیکن آپ کو فون کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ میرے پڑوسی ہیں اور اکثر صبح کو سیر کرتے ہوئے میرے گھر کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ آپ بھی مجھے اپنی طرح تنہا محسوس ہوئے، اس لئے میں نے آپ کو فون کیا۔''

''ہوں۔'' میں اب اس کی بات سمجھا تھا۔ ''آپ یقیناً تنہائی کا شکار ہوں گی لیکن میں اس رہن سہن کو تنہائی نہیں اپنی آزادی سمجھتا ہوں اور اپنی ذات یا کام میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتا۔''

''حیرت ہے۔'' اُدھر سے شدید حیرت کا اظہار کیا گیا۔ ''آپ کا دل نہیں چاہتا کہ آپ کا بیٹا اور بہو آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کریں۔ آپ اپنے پوتوں اور پوتی کو اپنی زندگی کے قصے سنائیں۔ ان سے مزے مزے کے کھانے پکانے کی فرمائش کریں، حسن اور عون کے ساتھ مل کر پکنک کا پروگرام بنائیں۔''

''آپ کو مجھ سے کیا اسی بچپنے کی توقع ہے؟''

''افسوس آپ زندگی کی نعمتوں کو بچپنا سمجھتے ہیں۔ میں تو آپ کو کافی عقلمند سمجھتی تھی۔''

آپ یقیناً آپ نے اپنی پہلی رائے پر نظر ثانی کر لی ہوگی۔'' مجھے اس کا کمنٹ بالکل [illegible]

[illegible] آیا تھا۔

بے ساختہ ہنس دی۔ اس کی ہنسی اور آواز کسی ساٹھ سالہ عورت کی بالکل نہیں لگتی تھی۔

''میں تو آپ کے متعلق اتنا کچھ جانتی ہوں لیکن آپ نے مجھ سے تعارف کرانے کو نہیں [illegible]

''اتنا کچھ آپ نے اب تک میرے کہنے سے تو نہیں کہا، تعارف بھی خود ہی کروا [illegible]

''میں نے بیچارگی سے کہا، مروت کا تقاضا بھی یہی تھا۔ ایک تو وہ پڑوسی تھی اور پھر تنہائی [illegible] اور اب میں بھی شاید ادھورا مضمون پورا نہ کر پاتا۔

''آپ کی سٹڈی کی شیشوں کی دیوار سے میرے گھر کا پچھلا صحن دکھائی دیتا ہے۔ میں [illegible] کی ٹک کرنے اور دھوپ سینکنے وہاں کرسی ڈال کر بیٹھ جاتی ہوں۔ میرا نام زہرا بی بی [illegible] رحمانی صاحب کی وفات شادی کے صرف چار سال بعد ہی ہوگئی تھی۔ تب اپنے بیٹے مومن اور بیٹی عازیہ کو میں نے انتہائی محنت اور مشکل سے پالا۔ میری کوشش یہی تھی کہ زندگی [illegible] کسی مقام پر بھی بچوں کو باپ کی کمی کا احساس نہ ہو۔ بیٹی کی شادی تو میں نے اپنی مرضی [illegible] کی لیکن مومن نے اس معاملے میں صاف کہہ دیا کہ شادی وہ اپنی پسند سے ہی کرے [illegible] میں نے بھی زیادہ تعرض نہ کیا۔''

''میرا خیال ہے اعتراض کی گنجائش تھی بھی نہیں، زندگی اسے ہی تو گزارنی تھی۔''

''درست کہا آپ نے میری اور رحمانی صاحب کی بھی پسند کی شادی تھی۔''

''عثمان نے بھی اس سلسلے میں اپنی مرضی ہی چلائی، میں نے بھی منع نہیں کیا۔ خواہ مخواہ [illegible] گلے میں اماں نے شادی کا طوق ڈال دیا تھا۔ بس اس وقت میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ [illegible] اگر کوئی بیٹا ہوا تو یہ اس کی مرضی ہوگی کہ وہ شادی کرے یا نہیں اور اگر کرے تو کہاں [illegible]۔'' اب کہ میں نے بھی تفصیل سے بات کی۔ ''لیکن مجھے امید نہیں تھی کہ وہ بیوقوف [illegible] کی طرح لڑکی کے چکر میں پھنس جائے گا، خیر شادی کے بعد اب وہ پروفیشن پر دھیان [illegible] ہے یہی بہت ہے۔''

''لڑکی کا چکر! کیا مطلب ہمدانی صاحب؟'' زہرا بی بی نے کہا۔ ''شادی تو اسے کرنی [illegible] اسے کوئی لڑکی پسند آ گئی تو کیا برا ہوا؟''

"زہرا بی بی! زندگی صرف لڑکی کا نام نہیں ہے، اس کے علاوہ بھی انسان کی خواہشیں اور ضروریات ہونی چاہئیں۔"

"پتہ نہیں، پڑھ لکھ کر انسان کیا سے کیا بن جاتا ہے۔" اس نے افسردگی سے کہا۔

میں نے اس بات پر بحث کرنا فضول سمجھا۔

"خیر ابھی تو مجھے بہت سے کام کرنے ہیں پھر بور ہوئی تو آپ کو فون کروں گی، خدا حافظ۔" اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

میری نظریں بے اختیار سنٹڈی کے شیشوں سے دکھائی دینے والے گھر کے صحن پر پڑیں۔ وہاں چمکیلی دھوپ میں ایک کرسی تو موجود تھی لیکن زہرا ابھی تک وہاں نہیں آئی تھی۔ مضمون تو اب کل ہی لکھا جا سکتا ہے، اس لئے ٹرالی اپنے قریب گھسیٹ کر میں اس پر موجود لوازمات سے لطف اندوز ہونے لگا۔ میری نگاہیں اسی صحن کی طرف تھیں، تھوڑی دیر بعد ایک خاتون ہاتھ میں بنائی کا سامان لئے خالی کرسی کی طرف بڑھی۔

"کھنڈر بتا رہے ہیں کہ عمارت شاندار تھی۔" میں نے دل میں سوچا۔

زہرا نے گہرے رنگ کا سوٹ اور اسی رنگ کی شال کندھے پر ڈال رکھی تھی۔ سیاہ بالوں میں سفیدی غالب تھی، انہی سیاہ و سفید بالوں کے امتزاج سے بنا ہوا جوڑا دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ بال لمبے ہیں۔ گو کہ اتنے فاصلے سے چہرے کے نقوش واضح دکھائی نہیں دیتے تھے، تاہم میرا اندازہ تھا وہ اب بھی خوبصورت عورتوں میں شمار کی جا سکتی ہے۔

زہرا کرسی پر سویٹر بننے میں مشغول تھی، میرا خیال تھا کہ شاید وہ سنٹڈی کی طرف دیکھے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں بلکہ وہ اس طرح پوز کر رہی تھی جیسے اس کے سامنے کوئی مکان موجود ہی نہیں۔ چونکہ میرے پاس کرنے کو کوئی کام نہیں تھا اس لئے میں دیر تک اسے وہاں کام کرتے دیکھتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد وہ وہاں سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

اس دن کے بعد سے یہ میرا معمول بن گیا کہ جب بھی وہ آتی میں اس کی حرکات و سکنات دیکھتا رہتا۔ مجھے اس کے وجود یا کسی فون کی کوئی پروا نہیں تھی، بس بات صرف اتنی تھی کہ یہ نیا مشغلہ دلچسپ تھا۔ پھر ایک ہفتہ بعد ہی اس کا فون آ گیا، اس وقت بھی میں ایک اہم آرٹیکل لکھنے کے سلسلہ میں تمام مسالہ جمع کئے بیٹھا تھا۔ فون کی گھنٹی بجتے ہی میری نگاہیں بے اختیار شیشوں کی دیوار کی دوسری سمت نظر آنے والی کرسی پر پڑیں، زہرا بی بی وہاں موجود نہیں

"ہمدانی سپیکنگ۔"

"میں زہرا بول رہی ہوں، کہیں مصروف تو نہیں تھے پڑھنے لکھنے میں؟"

"جی ہاں، پاکستان میں ہونے والے جرائم پر ایک آرٹیکل لکھنے لگا تھا۔"

"میں معذرت نہیں کروں گی اس مداخلت کی۔" اس نے اطمینان سے کہا۔ "کیونکہ میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ بور ہونے پر آپ کو فون کر لیا کروں گی۔"

"ویسے بی بی جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ لفظ "بور" ہمارے وقت استعمال نہیں ہوتا تھا۔"

"جی ہاں، کیونکہ اس وقت مصروفیت بور ہونے کا موقع ہی نہیں دیتی تھی۔ بس نئی نسل سے یہ لفظ سن کر خود بھی بور ہونے کی عادت پڑ گئی ہے۔"

"نہ جانے لوگ اتنا بور کیوں ہوتے ہیں؟ میرا خیال ہے آج کل لوگوں میں کام کرنے کی عادت نہیں رہی، شاید اس لئے۔"

"ہمدانی صاحب انسان اور روبوٹ میں فرق ہوتا ہے، انسان کام بھی کرتا ہے اور تفریح بھی۔ ہنسنا بولنا اور رشتہ داریوں کو سمجھنا بھی انسان کا کام ہے۔ یہ تو نہیں کہ ہفتوں ایک جگہ جم کے کام، کام اور صرف کام کیا جائے۔"

"جن لوگوں کو زندگی میں کچھ حاصل کرنا ہو ان کے لئے تو کام، کام اور صرف کام ضروری ہے۔ ہاں اگر زندگی کو گھسیٹ کر گزارنا ہو تو بے شک تفریح کریں اور گھومیں پھریں۔ ایسی صورت میں آپ کچھ حاصل نہیں کر سکیں گے۔"

"آخر انسان کو کس چیز کے حصول کی خواہش اتنی شدید ہوتی ہے کہ وہ کچھ دیر اپنی ذات اور اس سے وابستہ لوگوں کے لئے بھی نہیں نکال سکتا؟ ہو سکتا ہے کہ وہ مخصوص چیز اس شخص کو حاصل ہو جائے، لیکن وہ اپنی زندگی کے ایک بڑے ذائقے سے تو تمام عمر محروم ہی رہا ناں۔"

"بڑی چیز کے حصول کے لئے چھوٹی چھوٹی قربانیاں تو دینی پڑتی ہیں ناں۔"

"یہ قربانی نہیں اپنی ذات پر ظلم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ جب اس نے ہمارے لئے اتنی خوبصورتیاں، اتنے ذائقے پیدا کئے اور پھر ہماری پہنچ میں ہونے کے باوجود ہم نے انہیں حاصل کرنے سے انکار کیا تو کیا ہم نے نافرمانی نہیں کی؟" اس نے کہا۔ "ویسے

ہمدانی صاحب! آپ تو اتنا کچھ جمع کر کے بیٹھے ہیں، آپ نے کس چیز کے حصول کے لیے یہ قربانی دی؟"

"بی بی اگر آپ کو بھی پاکستان میں قانون کے ارتقاء کا مطالعہ کرنے کا موقع ملے تو آپ کو اس میں میری کامیابیاں ضرور دکھائی دیں گی۔ میرے لڑے ہوئے کیسوں کا ذکر اب بھی ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ میں کیا جاتا ہے۔"

"بس اسی کامیابی کے لئے آپ نے دنیا سے ناطہ توڑا ہوا ہے؟ کامیابی کچھ بڑی ہوتی تو آپ کا زندگی کے ذائقوں سے محروم رہنا قربانی کے زمرے میں آتا، لیکن صرف اس کے لئے ہمدانی صاحب؟"

"زہرا بی بی آپ گھریلو خاتون ہیں اس لئے آپ ان کامیابیوں کو نہیں سمجھ سکیں گی، یہ صرف کامیابیاں ہی نہیں کارنامے ہیں۔"

"میں تو سمجھتی ہوں یہ کچھ لیکن آپ نہیں سمجھتے۔" وہ بولی۔ "بہرحال یہ بتائیں کہ آپ کی اپنی بیگم مرحومہ سے رفاقت کتنے عرصہ تک رہی؟"

"صرف ایک سال۔" میں نے بتایا۔ "عثمان کی پیدائش کے صرف ایک ماہ بعد وہ فوت ہو گئیں۔"

"اوہو!" اس نے افسردگی سے کہا۔ "ویسے آپ کو ان کے بعد عثمان کی پرورش میں مسئلہ تو پیش آیا ہوگا؟"

"کچھ عرصہ جب تک والدہ حیات تھیں تب تک تو نہیں لیکن اس کے بعد میں واقعی کافی پریشان ہوا۔ کچھ وقت تو جیسے تیسے گزرا پھر عثمان کو لارنس کالج گھوڑا گلی داخل کر دیا۔ دوران تعلیم وہ بورڈنگ ہاؤس میں ہی رہا اس لئے پریشانی نہیں ہوئی۔"

"ماں کو تو اللہ تعالیٰ نے اس سے دور کر دیا اور آپ کو ننھے سے بچے پر اتنا ترس بھی نہیں آیا کہ اسے اپنے پاس ہی رکھتے۔"

"میں عملی آدمی ہوں، میرا زیادہ وقت کورٹ میں اور کلائنٹس کے ساتھ گزرتا تھا۔ ظاہر ہے میں اسے اپنے پاس کیسے رکھ سکتا تھا۔ ویسے میں نے عثمان کی کوئی خواہش، کوئی ضرورت اور کوئی فرمائش بھی نظرانداز نہیں کی۔ جو اس نے چاہا میں نے اسے دیا، حتیٰ کہ میں نے اس کے پسند کی شادی کرنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔"

"اس کا تو آپ کو حق بھی نہیں تھا۔" اس نے جیسے فیصلہ صادر کیا۔ "اچھا اب کچھ کام ہے اس لئے میں چلتی ہوں، خدا حافظ۔"

پھر کافی دن تک اس کا فون نہ آیا، مجھے بھی اس کی پروا نہیں تھی۔ یوں بھی اب کام سے فارغ ہو کر میں باہر دھوپ میں سویٹر بنتے ہوئے اسے دیکھ سکتا تھا۔ ایک دن جب وہ کافی سویٹر بننے میں مشغول تھی اور میں اسے دیکھ رہا تھا تو عون دروازہ کھول کر اندر آ دھمکا۔

"ہیلو دادا جی، کون سے نظارے کئے جا رہے ہیں؟" وہ حسب معمول قالین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ "آہا نجیب کی دادی کو دیکھ رہے ہیں۔"

"ڈونٹ بی سلی عون میں ٹین ایجر نہیں ہوں۔" میں نے پاپ سلگایا۔

"چلیں آپ یہ تو مان گئے ہیں ٹین ایج میں عشق کرنا ممکن ہے، کچھ عرصے میں اس بات کے بھی قائل ہو جائیں گے کہ عشق کے لئے عمر کی نہیں، دل کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"گڈ شو، وکیلوں کی طرح نکتہ اٹھانے کی کوشش کی ہے لیکن ابھی کچے ہو، کہو تو میں ابجکشن کر دوں؟"

"دادا جی یہاں عدلیہ، انتظامیہ سب کچھ میں ہی ہوں اور آبجکشن مسترد کرتا ہوں۔" وہ شیشوں کے پار دیکھ رہا تھا۔ "ویسے چیز اچھی ہیں نجیب کی دادی۔"

"بری بات عون انسان کو چیز نہیں کہتے۔"

"واہ دادا جی، اب تو میرا شک یقین میں بدلتا جا رہا ہے۔" اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔ "میری اکلوتی دادی جان کو تو آپ نے ہمیشہ چیز سمجھا، نجیب کی دادی انسان ہو گئیں۔ مجھے تو گڑبڑ کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔"

"Stupidity (سٹوپڈٹی) کی باتیں کر رہے ہو، اب بھاگو یہاں سے مجھے ایک بہت ضروری آرٹیکل لکھنا ہے۔" میں نے سامنے پڑی ہوئی آئین کی کتاب کھول لی۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ عون ایسے ٹلنے پر کبھی تیار نہ ہوتا۔

"دادا جی!" اس نے کتاب میرے ہاتھ سے جھپٹ لی۔ "میں آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ رشتہ داریاں آپ کے لئے جھنجھٹ ہیں، آپ کو ہم سب سے محبت نہیں لیکن آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ مجھے آپ سے کتنی محبت ہے۔ آپ مجھ سے باتیں کیوں نہیں کرتے؟"

مجھے اس کی جذباتیت پر ہنسی آ گئی۔ ''اب تک بچے بنے ہوئے ہو، ابھی سال بھر میں الیکٹریکل انجینئر بن جاؤ گے لیکن تمہارا بچپنا وہیں کا وہیں ہے۔''

''کیا بچپنا ہے میرے اندر؟'' وہ لڑنے کے انداز میں بولا۔

''مجھے تم سب سے محبت ہے لیکن محبت کسی کے کاموں میں داخل اندازی تو نہیں کرتی ناں۔ محبتوں کے پیچھے زندگی کو ترجیح نہیں دی جا سکتی ہے لیکن تمہارے خیال میں صبح سے شام تک محبت محبت کی مالا جپتے رہنا چاہیے، یا پھر اس کا تعویذ بنا کر اور گھول کر پی جانا چاہیے۔ یہ بچپنا نہیں تو اور کیا ہے؟'' میں نے اسے سمجھایا۔ ''تم میرے پاس آؤ باتیں کرو اس وقت جب میں فارغ ہوں لیکن سونیا کی باتیں نہیں، زندگی میں سونیا کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ تم مجھ سے حالات حاضرہ ڈسکس کرو، قانون اور آئین پر بحث کرو، سیاست اور ادب کی باتیں کرو۔''

''دادا جی، یہ دنیا اور اس کے قانون سب چیزیں میرے لئے 'ہم انسانوں کے لئے بنے ہیں۔ ہم انسان ان کے لئے نہیں بنے کہ سب کچھ چھوڑ کر خود کو انہی میں گم کر لیں۔ اسی لئے سونیا میرے لئے، میری زندگی کے لئے ان سب چیزوں سے زیادہ اہم ہے۔'' اب پھر وہ بیوقوف جذباتیت کا شکار ہو رہا تھا۔ ''اور دادا جی آپ آئین، قانون اور سیاست پر تو بحث کر سکتے ہیں لیکن ادب پر بحث کرنا آپ کے بس کی بات نہیں۔''

''ادب پر کیوں نہیں؟'' میں نے پائپ کا دھواں فضا میں چھوڑا۔

''ادب کو صرف وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو محبت کو سمجھتا ہے، جس کے لئے دنیا میں اپنی ذات سے زیادہ اہم چیزیں بھی موجود ہیں۔ آپ تو خود اپنی ذات کے عشق میں گرفتار ہیں آپ ادب کو کیا سمجھیں گے۔ آپ نے آسکر وائلڈ کو پڑھا ہے؟''

''ہاں پڑھا ہے۔'' میں نے اس کی باقی بات نظر انداز کر دی کیونکہ یہ اس کی میرے متعلق رائے تھی، جس کا نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے احترام کرنا تھا۔

''وہ آپ جیسے لوگوں کے متعلق کہتا ہے کہ اور ظاہر ہے دادا جی آپ ایک وقت میں کتنے عشق کریں گے؟''

''تو کہت۔'' میں نے کہا۔

''آپ کہتے ہیں آپ سے ادب ڈسکس کروں، کیسے ڈسکس کریں گے آپ کیٹس،

...اور ٹیگور کو۔ ان کو سمجھنے کے لئے تو آپ کو شیلی، ویسٹ ونڈ اور بنگال کے پُر بہار علاقوں کو ...ان سے ملنا ہوگا۔ دادا جی آپ اس آبشار کی گنگناہٹ کو کیسے سمجھ سکتے ہیں جو یہ کہتی ہے کہ میں خوشی میں اپنا تمام پانی دے دیتی ہوں، حالانکہ پیاسے کو صرف چند گھونٹ کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔''

فون کی گھنٹی زور و شور سے بجی میری نگاہ بے اختیار شیشوں کے پار گئی۔ زہرا ابھی تک وہاں بیٹھی کاہی سویٹر بن رہی تھی، میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ عون کی موجودگی میں اس کا فون آ جاتا تو وہ خواہ مخواہ ہی سر ہو جاتا۔ ویسے بھی اسے ''گڑبڑ کے آثار'' دکھائی دے رہے تھے۔

''ہمدانی سپیکنگ۔''

''السلام علیکم ہمدانی صاحب کہئے کیسے مزاج ہیں؟''

فون ایک انگریزی روزنامے کی طرف سے تھا، میرا مضمون نامکمل تھا اس لئے معذرت کر لی۔

''عون میاں کیٹس، اوڈز اور ٹیگور کی ''گیتن جالی'' کی باتیں ختم۔ اب ہم دونوں کو حقیقت کی دنیا میں آ جانا چاہیے۔ مجھے ایک ادھورا آرٹیکل لکھنا ہے اس لئے اب بھاگو یہاں سے۔''

''چلا جاتا ہوں۔'' اس کی آواز میں ناراضگی کا عنصر تھا۔

اس نے اٹھتے اٹھتے شیشوں کے پار دیکھا اور باہر چلا گیا۔

میں ایک مرتبہ پھر کاغذ سنبھال کر ذہن میں مضمون کا تسلسل قائم کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر شور مچانے لگی۔ میری نگاہ اس کرسی پر پڑی جو اب خالی تھی۔

''ہمدانی سپیکنگ'' چاہیے

''زہرا بول رہی ہوں مصروف تو نہیں تھے؟''

''تھا تو مصروف ہی۔'' میں نے روزنامے کے ایڈیٹر سے ایک مرتبہ پھر معذرت کرنے کے لئے خود کو ذہنی طور پر تیار کر لیا تھا۔

''ہر وقت انسان کو پڑھتے ہی نہیں رہنا چاہیے۔ کبھی کبھار کوئی ڈھنگ کا کام بھی کر لینا چاہئے۔''

''مثلاً ڈھنگ کے کام کون سے ہیں؟''

''ان سب کاموں کی تفصیل تو میں نے پہلے بھی بتائی تھی۔ کچھ وقت بچوں کو بھی دیا کریں۔''

"یہ ان بچوں کا ہی کرشمہ ہے کہ میں اب تک اپنا ادھورا آرٹیکل مکمل نہیں کر سکا۔"

"اچھا چھوڑیں ان باتوں کو، مجھے اپنی بیگم مرحومہ کے بارے میں بتائیں۔"

"بیگم مرحومہ کے بارے میں۔" میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا بتاؤں۔

"مجھے ان کے بارے میں کچھ زیادہ یاد نہیں۔"

"حیرت ہے آپ کو اپنی بیگم کی رفاقت میں گزارے ہوئے لمحات بھی یاد نہیں۔ مجھے تو اب تک یاد ہے کہ رحمانی صاحب کس وقت کیا کرتے تھے۔ کھانے میں کیا پسند تھا کیا نہیں، کس قسم کے کپڑے شوق سے پہنتے تھے۔ مجھے تو یہ بھی یاد ہے کہ وہ جوتوں پر کون سی پالش استعمال کرتے تھے۔"

"اچھا!" اب حیران ہونے کی میری باری تھی۔ "آپ کو اتنا کچھ یاد ہے۔"

"میرے شوہر تھے رحمانی صاحب، یاد کیسے نہیں ہو گا مجھے۔" اس نے کہا۔ "آپ کی بیگم کا نام کیا تھا؟"

"نام؟" میں نے ذہن پر پورا زور دیا لیکن نام بالکل یاد نہ آیا۔ شرمندگی کم کرنے کے لئے فوری طور پر جو نام میرے ذہن میں آئے میں نے جلدی جلدی میں وہی بول دیے۔

"فریدہ یا شاہدہ یا پھر۔" اور بجائے اس کے کہ شرمندگی کم ہوتی مجھے مزید شرمندہ ہونا پڑا۔

"مائی گاڈ آپ کو اپنی مرحومہ بیگم کا نام بھی یاد نہیں؟" اس کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔

"دراصل ہماری ازدواجی زندگی صرف ایک سال کی تھی۔" میں نے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی۔ "اور اب اس بات کو ایک عرصہ گزر چکا ہے۔"

"کیا آپ کو کوئی اور لڑکی پسند تھی؟" اس کے انداز میں رازداری اور لہجے میں عورتوں والا مخصوص تجسس تھا۔

"نہیں۔" مجھے خواہ مخواہ شرمندگی ہو رہی تھی۔ آج تک میں کمرہ عدالت میں اپنے سامنے کھڑے وکیلوں کی دلیلوں کی دھجیاں بکھیرتا رہا تھا لیکن آج...... شاید پڑھے لکھے لوگوں کو پچھاڑنا آسان تھا لیکن ایک گھریلو قسم کی خاتون کے سامنے میرے خیالات اور نظریات بالکل صفر تھے۔

"پھر تو ہمدانی صاحب آپ کے پاس آخری عمر کے لئے یادوں کا کچھ بھی اثاثہ نہیں۔ آپ کے پاس خوشی کا ایک لمحہ بھی نہیں۔"

"زہرہ بی بی آپ یہاں کچھ غلطی کر گئی ہیں، میرے پاس خوشیاں اور کامیابیاں بھی بہت ہیں، میں نے ان چیزوں کا ذائقہ چکھ رکھا ہے۔"

"آپ نے تو خوشیوں کو محسوس تک نہیں کیا، ان کا ذائقہ آپ کو کیا معلوم ہو گا۔ یاد رکھیں خوشیاں اسی وقت ملتی ہیں جب انسان غم آشنا ہو۔ کامیابیوں کا مزہ اسی وقت آتا ہے جب انسان نے ناکامی کا ذائقہ چکھا ہو۔ غم اور ناکامیاں تو انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا پتا دیتی ہیں۔" میرا اس کے کم تعلیم یافتہ ہونے کا اندازہ غلط ہوتا جا رہا تھا۔ "بہر حال اب آپ سے یہ بات کرنا بیکار ہے کیونکہ اب آپ عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں انسان اپنی ہر بات کو درست اور دوسرے کی ہر بات کو غلط سمجھتا ہے اور اپنی اصلاح کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"

"آپ کچھ پڑھی لکھی ہیں؟" میں نے اس بحث کرنا مناسب نہ سمجھتے ہوئے بات پلٹنے کی غرض سے کہا۔

"جی میں نے ایف اے کیا تھا پھر شادی ہو گئی۔" اس نے بتایا۔ "رحمانی صاحب اور میری پسند کی شادی تھی یہ، پھر وہ نہ رہے تو میں نے اپنی زندگی اپنے بچوں کے لئے وقف کر دی۔ بچوں کو پڑھاتے پڑھاتے خود بھی کتابیں پڑھتی رہی، ویسے تو میری رسمی تعلیم ایف اے ہے لیکن اپنے طور پر میں نے کافی کچھ پڑھ رکھا ہے۔"

"گڈ، پڑھنا اچھی بات ہے۔" مجھے کچھ اور نہ سوجھا تو میں نے یہی کہہ دیا۔

"پڑھنے کے وقت پڑھنا اچھی بات ہے۔" اس نے میری تصحیح کی۔ "ویسے آپ کو کچھ بھی یاد نہیں اپنی بیگم کے بارے میں؟"

"بس اس کی چوڑیوں کی کھنک یاد ہے اور کچھ بھی نہیں۔"

"ان کی وفات کیسے ہوئی؟ میرے میاں کی تو ایکسیڈنٹ میں ہوئی تھی؟"

"خودکشی کی تھی اس نے؟" میں نے مختصر کہا۔

"کیا؟" وہ حیرت سے تقریباً چیخ پڑی۔ "لیکن کیوں؟ کس لئے؟"

"وہ اپنے گاؤں کے کسی اور شخص کو پسند کرتی تھی لیکن اس کی شادی زبردستی میرے ساتھ کر دی گئی۔ مجھے یہ بات معلوم نہ تھی وہ بھی بے حد کم گو تھی۔ مجھے بھی فرصت کم ملتی تھی دلجوئی کرنے کی، شادی میں یوں بھی میری قطعاً کوئی دلچسپی نہ تھی۔ عثمان کی پیدائش کے بعد اس نے نیلا تھوتھا کھا کر خود کو ختم کر دیا۔"

''لیکن کیوں؟ کیا آپ کے رویے کے باعث؟''

''نہیں میرے رویے میں تو ایسی کوئی بات نہیں تھی، بلکہ میرا تو اس سے سامنا بھی کم ہی ہوتا تھا۔ صرف چوڑیوں کی کھنک اس کے وجود کا احساس دلاتی تھی۔''

''تو آپ کا رویہ ہی ہوا ناں جس نے اسے اس فعل پر مجبور کیا۔ بیوی سے شوہر کا رویہ ایسا ہونا چاہیے؟''

''اوں ہوں، آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ اس نے مرنے سے قبل ایک خط میں خودکشی کی وجہ لکھ دی تھی۔ وہ بیوقوف اس لئے میرا ساتھ نہ نبھا سکی کہ وہ اپنے گاؤں کے ایک کنگال سپاہی کو پسند کرتی تھی۔ اس نے لکھا تھا کہ وہ یہ منافقت بھری زندگی نہیں گزار سکتی۔ اس نے میرے ساتھ نبھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے دل سے اس شخص کی محبت نہیں نکال سکی۔ زہرا بی بی آپ بتائیں یہ بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا کمی تھی میرے پاس، زیور، کپڑا، اسٹیٹس، اچھا رہن سہن اور اس نے یہ سب کچھ بلکہ یہ دنیا بھی ایک کنگال شخص سے محبت کی وجہ سے چھوڑ دی۔''

''افسوس آپ محبت کو نہیں سمجھ سکتے۔'' اس نے افسردگی سے کہا۔ ''خیر ابھی تو مجھے کچھ کام کرنے ہیں، آپ اپنی مرحومہ بیگم کا نام یاد کیجئے میں پھر آپ کو فون کروں گی۔''

سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں ایک بار پھر آرٹیکل کی طرف متوجہ ہوا لیکن ذہن کے نہاں خانوں میں کہیں اچانک ہی چوڑیاں کھنکنے لگیں۔

''آج پھر یہ کام نہیں ہو سکے گا۔'' میں نے دل میں سوچا اور اپنا پائپ صاف کرنے لگا۔ شیشوں کے پار نظر آنے والی کرسی خالی تھی، وقت رینگ رینگ کر گزر رہا تھا۔ ذہنی ماضی کی شاہراہ پر رواں دواں تھا کہ شاید مرحومہ کا نام یا اس کی شکل مجھے یاد آ جائے لیکن زندگی اتنی مصروف اور اتنی کامیاب گزری تھی کہ اس کا غیر اہم اور بے ضرر سا وجود کہیں اندھیرے میں تحلیل تھا۔ پھر دن اور بے کیف ہو گئے، چوڑیوں کی کھنک نے مجھے بے چین کر رکھا تھا۔ عون اسی طرح آتا تھا اور ہر مرتبہ سونیا کا ذکر ضرور چھیڑتا تھا۔

''دادا جی میں آپ کو سونیا سے ملوانا چاہتا ہوں۔''

''میں کیا کروں گا اس سے مل کر؟'' میں نے آہستگی سے بجتی ہوئی چوڑیوں سے اپنا ذہن ہٹا لیا۔

''وہ آپ کے پوتے کی پسند ہے دادا جی، بس ایک سال کی بات ہے۔'' وہ آنکھیں بند

کر کے شاید سونیا کے ہی خیالوں میں کھو گیا۔ ''پھر ساری کائنات میری ہو گی۔''

''بی پریکٹیکل۔'' میں نے اسے ٹوکا۔ ''صرف سونیا کے مل جانے سے ساری کائنات تمہاری نہیں ہو جائے گی۔''

''آپ کو کیا پتا میرے لئے کائنات کی حد سونیا ہے۔'' وہ بولا۔ ''پھر بتائیں کب ملوائیں اس سے؟''

''عثمان اور تمہاری مما مان گئے ہیں اس رشتے کو؟''

''ظاہر ہے وہ میری پسند ہے مانتے کیسے نہیں۔'' اس نے کہا۔ ''ویسے اس نے آپ کو بہت مرتبہ دیکھا ہے لیکن پتا ہے وہ کیا کہتی ہے آپ کے بارے میں؟''

''کیا کہتی ہے؟''

''کہتی ہے دادا جی بہت سخت لگتے ہیں۔ بس اسی لئے آپ کے کمرے میں نہیں آتی ورنہ تو سارے گھر میں بھاگتی پھرتی ہے۔''

''یہاں آتی ہے وہ؟''

''آپ اپنے کمرے سے نکلیں تو پتا چلیں ناں آپ کو۔'' اس نے ناراضگی سے کہا۔

''ہر روز نکلتا تو ہوں سیر کرنے کے لئے۔''

''جی نکلتے ہیں صبح چار بجے۔'' اس کا منہ اور بھی پھول گیا۔ ''اس وقت وہ اپنے گھر کے نرم گرم بستر میں میرے متعلق خواب دیکھ رہی ہوتی ہے، جیسے میں اس کے متعلق دیکھ رہا ہوتا ہوں۔''

''خواب؟'' میں زیر لب بڑبڑایا۔ لیکن غالباً عون نے سن لیا تھا۔

''کیا آپ نے کبھی خواب نہیں دیکھے؟'' وہ بے یقینی سے بولا۔

''خواب بیوقوف لوگ دیکھتے ہیں عملی لوگ کامیابیاں سمیٹتے ہیں۔''

''انسان کو انسان رہنا چاہیے دادا جی، روبوٹ نہیں بن جانا چاہیے۔ دکھ، خوشی، کامیابیاں، ناکامیاں بھی کچھ زندگی میں آئے تو انسان کی زندگی مکمل اور بھرپور ہوتی ہے۔ خواب نہ دیکھے جائیں تو حصول کی جدوجہد کیسی؟''

''عون! ایک بات تو پوچھنا عثمان سے؟'' میں نے اس کی کل بات نظرانداز کر دی۔ اس وقت تو میرے ذہن میں صرف چوڑیاں کھنک رہی تھیں۔

''کیا بات؟''

"مجھے تمہاری دادی کا نام یاد نہیں آ رہا مگر اسے یاد ہو تو پوچھ کر مجھے بتا دینا۔" میں نے کہا۔ "لیکن یہ نہ کہنا کہ دادا جی نے پوچھا ہے۔"

"آپ فکر ہی نہ کریں آپ کا نام لیے بغیر پوچھوں گا۔" اس کی آنکھیں پھر کسی شرارت سے چمک رہی تھیں۔ "اب میں چلتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ بگولے کی طرح باہر نکل گیا۔

"پھر سونیا کو لینے جانا ہوگا۔" میں نے دل میں سوچا۔ "پاگل ہے یہ لڑکا بالکل۔"

اور ابھی میں خالی الذہن ہو کر سگار کا دھواں فضا میں چھوڑ رہا تھا کہ فون چیخ اٹھا۔ میری نگاہ ہمیشہ کی طرح صحن میں رکھی ہوئی کرسی پر پڑی جو اب خالی تھی۔

"ہمدانی سپیکنگ۔"

"زہرا بول رہی ہوں، کیسے پھر تو پڑھنے لکھنے میں مصروف نہیں تھے آپ؟"

"نہیں فارغ تھا۔"

"شکر ہے آپ فارغ تو ہوئے۔ ویسے پچھلے کئی دنوں سے آپ کا کوئی آرٹیکل نظروں سے نہیں گزرا۔"

"آج کل لکھتے ہوئے مداخلت بہت بڑھ گئی ہے۔ کبھی عون آ جاتا ہے تو گھنٹہ بھر اس سے سر کھپانا پڑتا ہے۔ کبھی کوئی فون آ جاتا ہے، کبھی اہل زرائی گھسیٹتے ہوئے آتی ہے، آتی تو ہے چند لمحوں کو لیکن ایسے آندھی طوفان کی رفتار سے کہ سب کچھ دماغ سے نکل جاتا ہے۔"

"ہمدانی صاحب، آپ لوگوں نے عون کا رشتہ طے کر دیا ہے کہیں؟"

"نہیں میرا خیال ہے کہ اب تک باضابطہ طور پر طے نہیں ہوا۔"

"گویا آپ کو یقین نہیں ہے۔"

"کچھ دیر پہلے عون سے جو باتیں ہوئیں تھیں ان سے تو یہی پتا چلتا تھا کہ اب تک نہیں ہوا لیکن یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"اتنے بے خبر ہیں آپ اپنے گھر سے۔"

"بے خبری تو نہیں کہہ سکتیں آپ دراصل میں مداخلت پسند نہیں کرتا بیٹے اور بہو کے معاملے میں۔"

"حیرت ہے۔" اس نے کہا۔ "خیر کہنا میں نے یہ تھا کہ عون کے ساتھ ایک لڑکی بہت زیادہ نظر آتی ہے، میں نے سوچا منگیتر ہو شاید اس کی۔"

"ہاں سونیا ہوگی۔" میں نے کہا۔ "دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔"

"بڑی پیاری بچی ہے یہ سونیا۔"

"شکل وصورت کی یا عادات کی؟"

"کیا مطلب؟ کیا آپ نے سونیا کو دیکھا بھی نہیں ہے؟"

"اتنا وقت نہیں ملتا ناں۔"

"آپ خوشیوں کے لیے چند لمحے بھی نہیں نکال سکتے۔" اس کی آواز میں رحم کا جذبہ تھا۔ یہ بات مجھے بہت بری محسوس ہوئی، کیا ساری دنیا مجھے پاگل سمجھتی ہے؟

"بی بی میں انسان ہوں اور انسانوں کی طرح رہ رہا ہوں لیکن آپ کے لہجے سے پتا چلتا ہے کہ آپ مجھ پر ترس کھا رہی ہیں۔ کیا کمی ہے مجھ میں؟ کیا کچھ حاصل نہیں کیا میں نے اپنی زندگی میں؟ جتنا کچھ میرے پاس ہے آپ لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، میں نے زندگی میں ہر خوشی حاصل کی ہے۔"

"ہمدانی صاحب لگتا ہے آپ کو میری بات بری لگی ہے لیکن کیا کروں، آپ تو خود حقیقت پسند انسان ہیں پھر اس حقیقت کا سامنا کیوں نہیں کرتے کہ جن کامیابیوں اور یادوں کو آپ میڈل کی طرح سینے سے لگائے پھرتے ہیں۔ آپ نے حقیقتاً انہیں چھوا بھی نہیں، آپ نے زندگی میں کیا پایا؟ دولت، اسٹیٹس، عزت، شہرت لیکن محبت جیسے عظیم جذبے کو تو آپ جانتے ہی نہیں اور جب محبت کو نہیں جانتے تو پھر خوشیوں اور کامیابیوں کو کیا جانیں گے۔ نہ آپ کے پاس دل ہے، نہ آپ کے ہونٹوں پر حقیقی خوشی کی مسکراہٹ اور آنکھ میں غم کا آنسو ہے۔ تو پھر آپ خود بتائیں کہ آپ نے زندگی میں کیا حاصل کیا؟ ایسے انسان پر مجھے تو ترس ہی آتا ہے۔"

"آپ اپنی اس رحمدلی کا مظاہرہ کسی اور جگہ فون کر کے کریں۔"

"میں نے تو ایک دوست ہونے کے ناطے آپ سے ایک حقیقت بیان کی تھی۔ مجھے بس میں بیٹے اور بہو سے باتیں کرنا چاہتی ہوں لیکن ان کے پاس وقت نہیں۔ نجیب کی طرف سے تو ہر وقت دل میں ہول اٹھتے ہیں۔ ایک ہی ایک تو میرا پوتا ہے اور اسے بھی ماں باپ نے انجینئرنگ یونیورسٹی میں ڈال رکھا ہے۔ کہتی رہتی ہوں اتنا پیسہ ہے تم لوگوں کے پاس، بچے کو کہیں اور بھیج دو لیکن اس یونیورسٹی میں نہ پڑھاؤ۔ پر کیا کروں کوئی میری بات سنتا ہی نہیں۔ آپ کا عون بھی تو وہیں پڑھتا ہے ناں؟"

''جی، لیکن ہنگامہ بھی اتنا زیادہ نہیں ہوا کہ کسی بچے کو نقصان پہنچے۔''

''عجیب بات کرتے ہیں آپ، اسلحہ تو استعمال ہوتا ہے ناں۔ کسی گولی کو کیا پتا کہ اس کے سامنے میرا نجیب یا آپ کا عون کھڑا ہے۔''

میرا دل ایک لمحے کو کانپ گیا۔ ''خدا خیر کرے گا، آپ زیادہ پریشان نہ ہوں۔'' میں نے خود پر قابو پا کر اسے تسلی دی۔

''اچھا چھوڑیں اس ذکر کو یہ بتائیں کہ مرحومہ بیگم کا نام یاد آیا ہے؟''

''جی ابھی نہیں لیکن امید ہے کہ کل تک یاد آ جائے گا۔'' میں نے اس غیر متوقع سوال کا بونگا سا جواب دیا۔

''اچھا میں پھر فون کروں گی خدا حافظ۔''

اس نے فون رکھ دیا۔ مرحومہ بیگم کے ذکر کے ساتھ میرے ذہن میں ایک بار پھر چوڑیاں کھنکنے لگیں۔ اب دھوپ صحن سے ختم ہو رہی تھی، اس لئے زہرا بی بی کا اپنی مخصوص کرسی پر آنا مشکل تھا۔ یہی سوچ کر میں نے اسٹڈی روم میں پڑاؤ ہی لگا لیا۔

اگلے دن دوپہر بارہ بجے امل خلاف معمول دروازے پر دستک دے کر اور بغیر ٹرالی کے کمرے میں داخل ہوئی۔

''خیریت تو ہے ناں امل۔'' میں نے اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

''جی خیریت ہی ہے۔'' گو کہ اس نے میری بات کی تردید نہیں کی تھی لیکن اس کا لہجہ اپنی بات کی نفی کر رہا تھا۔ میری عادت نہیں تھی بات کریدنے کی، لیکن مجھے لگتا تھا کہ بات خاص ہے اس لیے کہا۔

''غلط بیانی کر رہی ہو یا جھوٹ بول رہی ہو۔''

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے دادا جی، بس آج عون کی یونیورسٹی میں ہنگامہ ہو گیا تھا۔''

''ہنگامہ۔'' میرا دل دہل گیا۔ ''گولیاں وغیرہ چلیں کیا؟''

''جی دادا جی۔'' وہ شیشوں سے پار دیکھتے ہوئے بولی۔

''عون تو ٹھیک ہے ناں؟''

''جی بالکل ٹھیک ہے۔''

''پھر تم پریشان کیوں ہو؟'' میں نے پریشانی سے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' وہ مڑ کر کمرے سے نکل گئی، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

کچھ دیر میں یہی سوچتا رہا کہ اگر عون ٹھیک ہے تو پھر امل کیوں پریشان ہے۔ یقیناً اس نے مجھ سے غلط بیانی کی ہے۔ یہ سوچتے ہی میں کمرے سے نکلا، کوریڈور میں خانساماں کھڑا تھا۔

''عون کا کمرہ کہاں ہے؟''

''جی وہ پیچھے والا۔'' اس نے با آواز بلند گویا اعلان کیا۔

میں اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا، ادھ کھلے دروازے میں عون اور امل دکھائی دے رہے تھے، امل کی پشت دروازے کی جانب تھی۔

''چپ کر جا میری بہن، ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے وہ ٹھیک ہو جائے گا۔''

''ٹھیک تو ہو جائے گا لیکن اس وقت کتنی تکلیف میں ہو گا وہ۔'' امل کی آواز میں آنسوؤں کی نمی تھی۔

''زندگی انہی چھوٹے چھوٹے مصائب اور ننھی منی خوشیوں کا تو نام ہے۔ کچھ عرصے بعد جب وہ ٹھیک ہو کر تمہارے سامنے آئے گا تو تم سب تکلیف، سب غم بھول جاؤ گی۔''

بات کچھ کچھ میری سمجھ میں آنے لگی تھی، لیکن وہ کون تھا جس کے لئے امل جیسی طوفانی [illegible] رو رہی تھی۔ بہن بھائی کے درمیان مخل ہونے کے بجائے میں کمرے میں واپس آ گیا، کچھ دیر بعد عون بھی وہیں چلا آیا لیکن آج اس کے انداز میں بے پروائی اور شرارت نہیں تھی۔

''ہیلو دادا جی کیسے ہیں؟'' اس نے اپنے انداز سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

''ٹھیک ہوں۔'' میں اس سے امل کے متعلق جاننے کے لئے بے چین تھا۔ ''یہ بتاؤ آج یونیورسٹی میں زیادہ ہنگامہ تو نہیں ہوا؟''

''جی بس ہمیشہ کی طرح ہوا ہے۔'' اس نے مختصراً کہا۔

''خیریت رہی یا کوئی زخمی بھی ہوا۔'' میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کیسے بات کروں۔ آج تک وہ بغیر میرے پوچھے ایک ایک بات بتاتا تھا اور آج۔

''جی کزن ہے ماموں زاد بھائی وہ زخمی ہوا ہے۔''

''کیا نام ہے اس کا؟ کیسے زخمی ہوا؟ اب ٹھیک ہے ناں؟ ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟'' میں نے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔ عون نے میری طرف کسی قدر حیرت سے دیکھا پھر سر جھکا کر بولا۔

"سعد نام ہے اس کا، گیا تو تھا دو گروپوں میں صلح کرانے کے لئے لیکن مشتعل طلباء نے فائرنگ کی۔ گولی اس کے بازو میں لگ گئی، فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ ٹھیک ہو جائے گا جلدی آپ کیا سوچ رہے ہیں دادا جی؟"

"اہل میرا خیال ہے آج وہ کچھ پریشان ہے۔"

"پتا نہیں میں تو ابھی یونیورسٹی سے آیا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب میں چلتا ہوں۔"

"سنو عون۔" میں نے اسے جاتے دیکھ کر آواز دی، وہ میری جانب مڑا۔ "سعد نام ہے ناں اس کا؟"

عون نے جواب میں صرف ہاں میں گردن ہلائی۔

"کس ڈیپارٹمنٹ میں پڑھ رہا ہے اور کیسا لڑکا ہے سعد؟" مجھے یکدم ذمہ داری کا احساس ہونے لگا، معاملہ آخر کو میری پوتی کا تھا۔ وہ سعد کے لئے بلا وجہ تو نہیں رو رہی تھی ناں۔ عون کی آنکھوں میں ایک بار پھر حیرت کے دیئے جل اٹھے۔

"جی میرا ہی کلاس فیلو ہے، الیکٹریکل میں۔" اس نے کہا۔ "بے بھی بہت سمارٹ اور زبردست چیز۔"

"اچھا!" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ "تمہارے مما اور پاپا کو کیسا لگتا ہے؟"

"کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں۔"

"اس میں نہ سمجھنے والی کون سی بات ہے۔" میں جھنجھلا اٹھا۔ ابھی تو میرے سامنے اہل سے بات کر رہا تھا سعد کے متعلق۔ اگر میں چند جملوں میں اتنا کچھ جان گیا ہوں تو عون اتنی آسان سی بات کیوں نہیں سمجھ رہا۔

"جی اچھا لگتا ہے انہیں۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے یوں کہا جیسے میری بات اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی ہو۔

"مجھے ملوا سکتے ہو اس سے؟"

"آج کل تو وہ زخمی ہے اس لئے ڈاکٹر نے بیڈ ریسٹ کا کہا ہے۔ جب ٹھیک ہو جائے گا تو ملواؤں گا۔" وہ ایک بار پھر دروازے کی طرف بڑھا اور ایک بار پھر وہیں رک گیا۔ "اور دادا جی میں نے پاپا سے پوچھا تھا دادی جی کے متعلق وہ کہہ رہے تھے کہ انہیں بھلا ان کا نام کیسے پتا ہو سکتا ہے۔ کہہ رہے تھے کہ آپ نے کبھی بتایا ہی نہیں۔" اور پھر میرا ردعمل دیکھے بغیر

کمرے سے چلا گیا۔

چوڑیوں کی کھنک میں اب ہلکی ہلکی سسکیاں بھی شامل ہو گئی تھیں۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اہل رو بھی سکتی ہے۔ اس وقت مجھے شدت سے زہرا کے فون کا انتظار تھا۔ اولاد کے معاملے میں میرا تجربہ صفر تھا، اس لئے میں اہل کے سلسلے میں کسی سے بھی بات نہیں کر سکتا نہ مشورہ نہیں لے سکتا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ عثمان اور بہو اس رشتے کو پسند کریں گے۔" میں یہی سوچ رہا تھا۔ مجھے عون سے سعد کی تصویر مانگ لینی چاہیے تھی، ذرا دیکھوں تو لڑکا کیسا ہے؟" اسی میں فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے بے تابی سے شیشوں کے پار دیکھا، زہرا وہاں موجود نہیں تھی۔

"ہمدانی سپیکنگ۔"

"زہرا بول رہی ہوں کیسے کیا کر رہے ہیں؟"

"اہل کے متعلق سوچ رہا تھا اور مجھے آپ کے فون کی آمد کا شدت سے انتظار تھا۔"

"خیریت تو ہے ناں؟ میرا خیال تھا کہ آپ میرے فون سے ڈسٹرب ہوتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"پہلے ہوتا تھا اب نہیں ہوتا۔" میں نے اعتراف کیا۔ "ویسے آج میں کچھ پریشان ہوں میں نے آپ سے مشورہ لینا تھا۔"

"کہیے ہمدانی صاحب میں ہر ممکن کوشش کروں گی۔"

"شکریہ زہرا بی بی!" میں واقعی اس کا مشکور تھا اس کی باتیں اچھی ہوتی تھیں۔ "آپ نے درست کہا تھا کہ یہ یونیورسٹی اب پڑھنے کے قابل نہیں رہی۔ میری بہو کا بھانجا سعد آج کے ہنگامے میں زخمی ہو گیا ہے۔"

"اوہ، بہت افسوس ہوا۔" وہ بولی۔ "لیکن آپ اس کے لئے کیوں پریشان ہیں، میرا مطلب ہے کہ آپ تو۔"

"شاید بات صرف سعد کی ہوتی تو میں پریشان نہ ہوتا لیکن اصل مسئلہ اہل کا ہے۔ وہ سعد کے زخمی ہونے پر رو رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے پسند کرتی ہے۔"

"ممکن ہے بلکہ زیادہ امکان اسی بات کا ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اہل محض کزن ہونے

کی وجہ سے افسردہ ہو۔ آپ تو شاید نہ جانتے ہوں لیکن اس عمر کی لڑکیاں چھوٹی چھوٹی بات پر خوش اور چھوٹی چھوٹی بات پر غمگین ہو جاتی ہیں۔"

"ویسے پتا تو چلنا چاہیے ناں، ویسے مجھے یقین ہے کہ وہ اسے پسند کرتی ہے۔"

"آپ کو یہ پتا کر کے کیا کرنا ہے ہمدانی صاحب، پوتوں پوتی سے آپ کا کیا تعلق۔ آپ اطمینان سے آئین، قانون اور حالات حاضرہ کا تجزیہ کریں۔"

"زہرا بی بی! آپ زیادتی کر رہی ہیں۔ آئین اور قانون میری پوتی سے زیادہ اہم تو نہیں ہیں۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ امل جیسی خوش باش لڑکی رو بھی سکتی ہے۔ اور میں نے آپ سے مشورہ مانگا ہے آپ مجھ پر طنز کرنے لگیں۔"

"نہیں نہیں میں طنز نہیں کر رہی تھی لیکن اگر آپ کو برا لگا تو میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔" اس نے فراخدلی کا مظاہرہ کیا۔ "لیکن یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں کہ آپ کو کس قسم کا مشورہ درکار ہے۔"

"مجھے یہ کیسے پتا چلے کہ وہ سعد سے محبت کرتی ہے یا نہیں۔"

"ہوں۔" اس نے غالباً اس سلسلے میں کچھ سوچنے کی کوشش کی۔ "امل سے تو شاید آپ بات نہ کر سکیں یا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لیں کہ شاید اس موضوع پر وہ آپ سے بات نہ کر سکے۔ یہ بتائیں عون سے آپ کی کتنی دوستی ہے؟"

"میری تو اس سے کوئی ایسی خاص دوستی نہیں ہے۔ لیکن اس کی مجھ سے بہت اچھی دوستی ہے۔"

"یہ بھلا کیا بات ہوئی۔" اس نے حیرت سے کہا۔

"اب میں کیسے سمجھاؤں بات ایسی ہی ہے۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

"خیر آپ سے اس سے جیسی مرضی دوستی ہو آپ اس سے بات کریں۔ اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو وہ غالباً آپ سے چھپانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اور پھر اگر وہ نہ بتانا چاہے تو آپ کسی بھی صورت اس سے اگلوا سکتے ہیں، خیر سے آپ اتنے نامور وکیل ہیں۔"

"بہت شکریہ زہرا بی بی۔" میں خوش ہوتے ہوئے بولا۔ "اصل میں مجھے ان کاموں کا تجربہ نہیں ہے، اولاد کے مسائل کیسے حل ہوتے ہیں، میں کچھ نہیں جانتا۔ اس لئے آپ سے مدد طلب کی تھی، میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا۔"

"آپ نے کہا تھا نا آج آپ کو اپنی بیگم کا نام ضرور یاد آ جائے گا۔"

"جی وہ تو یاد نہیں آیا۔" اب میں اسے کیا بتاتا کہ عثمان نالائق کو اپنی ماں کا نام بھی نہیں معلوم اس لئے اپنی صفائی اس طرح پیش کی۔ "اصل میں میں کچھ پریشان تھا ہوں اس لئے یاد نہیں آیا اور ابھی تو بہت دن پڑا ہے شاید رات سے پہلے پہلے یاد آ جائے۔"

"خیر کوئی بات نہیں، ذہن پر زور ڈالیں انشاءاللہ یاد آ جائے گا۔" اس نے ایسے کہا جیسے کسی بچے کی حوصلہ افزائی کر رہی ہو۔ "میں کل معلوم کروں گی کہ عون نے کیا کہا، تب تک کے لئے خدا حافظ۔"

میں نے نیوز ویک کا تازہ شمارہ اٹھایا۔ امریکہ اور روس کی پالیسیاں، تیسری دنیا کے مسائل، فلم اور ادب، کوئی چیز بھی تو ایسی نہیں تھی جس میں دل لگتا۔ میں نے اپنے محسوسات کو ٹٹولا ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا۔ میرے سامنے قاتل، چور، ڈاکو، بہت سے ظالم، بہت سے مظلوم آئے تھے لیکن میں کبھی بھی کسی کے لئے پریشان نہیں ہوا۔ پتا نہیں آج امل کی آنکھوں میں کیا تھا جس سے میری یہ حالت ہو گئی تھی۔

پہلے جب اس کی پریشانی سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ شاید عون کو کچھ ہو گیا ہے، تب بھی اچانک میرا دل دہل گیا تھا۔ اس انداز سے تو میں کبھی عثمان کے لئے بھی پریشان نہیں ہوا۔ میری زندگی میں گھریلو قسم کے چند ہی قابل ذکر واقعات پیش آئے تھے۔ میری شادی، عثمان کی پیدائش، بیوی اور پھر اماں کی وفات لیکن نہ تو کوئی خوشی دیرپا تھی اور نہ ہی کوئی غم، دل کی حالت کبھی ایسی نہ ہوئی تھی لیکن آج میری نگاہوں سے امل کا دھواں ہوتا چہرہ محو ہو ہی نہیں رہا تھا۔ مجھے عون کی آمد کا شدت سے انتظار تھا، ابھی اس سے اتنا کچھ پوچھنا تھا۔ بار بار کمرے سے نکل کر میں بوا سے اس کے متعلق استفسار کرتا۔

"جی چھوٹے صاحب اپنے ماموں کے گھر گئے ہوئے ہیں۔"

"جب آئیں تو میرے کمرے میں بھیج دینا فوراً۔"

"جی بہتر۔"

میں جاتے جاتے پھر مڑ جاتا۔

"بوا چھوٹی بی بی کہاں ہیں؟"

"وہ اپنے کمرے میں ہیں، کہہ رہی تھیں کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"اچھا۔" اور میں مڑ کر اپنے کمرے میں چلا جاتا۔ رات آٹھ بجے تک کم از کم بیس مرتبہ

میرے اور بوا کے درمیان یہ مکالمے بولے جا رہے تھے۔ ابھی میرے اور بوا کے درمیان یہ مکالمے بیسویں مرتبہ ختم ہی ہوئے تھے اور ابھی میں کمرے میں پہنچا ہی تھا کہ دستک ہوئی۔

''یس۔'' میں نے آہستہ سے کہا، شکر ہے دروازہ کھول کر اندر آنے والا عون ہی تھا۔

''خیریت تو ہے ناں دادا جی۔ بوا بتا رہی تھیں کہ آپ نے بہت مرتبہ میرے متعلق پوچھا تھا۔''

''ہاں ہاں ادھر بیٹھو میں نے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

وہ چہرے پر موجود حیرت کے آثار سمیت ہمیشہ کی طرح میرے سامنے قالین پر بیٹھ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گفتگو کس سرے سے شروع کروں۔ اس لئے پائپ سلگانے کے بہانے میں یہی سوچنے لگا۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے کیس لڑے تھے، الفاظ میرے نزدیک کھلونوں کی طرح تھے۔ لیکن آج ان کھلونوں سے کھیلنا مشکل لگ رہا تھا، پھر پائپ کا دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے میں نے پوچھا۔

''اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو کیا سونیا روتی ہے؟''

وہ میرا سوال سن کر کھل اٹھا، اب پھر اس کی آنکھوں میں وہی شوخی اور شرارت تھی۔ آج تک میں نے خود سے سونیا کے متعلق کوئی بات جو نہیں کی تھی۔

''جی دادا جی، وہ صرف اس وقت روتی ہے جب میں تکلیف میں ہوں، ورنہ وہ تو ہر وقت ہنستی رہتی ہے۔''

''ہوں۔'' میرا شک اب یقین کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ''عون ہم آپس میں کس موضوع پر بات کر سکتے ہیں؟''

''دادا جی، کرنٹ افیئرز، آئین اور قانون قسم کے موضوعات کے علاوہ ہر چیز پر۔'' اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سمجھا نہیں کہ میں اصل میں کیا بات کرنا چاہتا تھا۔

''تو بیٹا یہ بتاؤ کہ آج امل سعد کی وجہ سے رو رہی تھی؟'' میں نے اس سے قبل کبھی گفتگو میں لفظ ''بیٹا'' استعمال نہیں کیا تھا، حتیٰ کہ عثمان کے لئے بھی نہیں۔

میری بات سن کر عون کے چہرے پر ایک لمحے کو حیرت نمودار ہوئی۔ ''دادا جی آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟''

''میں تمہارا دادا ہوں عون' کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں کہ تم لوگوں کی خوشیاں اور غم بانٹ سکوں؟''

''جی؟'' اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ ''جی ہے کیوں نہیں ہے۔''

''تو پھر مجھے سب کچھ بتاؤ۔''

''اصل میں امل اور سعد ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، بس اسی لئے آج امل رو رہی تھی۔''

''ویسے سعد ہے کیسا لڑکا؟''

''جی بہت اچھا ہے اور ڈیسنٹ بھی، بلکہ اسے تو کرنٹ افیئرز بھی پسند ہیں۔''

''گڈ!'' میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ ''عثمان اور بہو کو کیسا لگتا ہے، میرا مطلب ہے انہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟''

''ہونا تو اعتراض نہیں ہونا چاہیے لیکن انہیں ہے۔''

''کیوں؟ کیا وجہ ہے اعتراض کی؟''

''ممی اور پاپا امل کی شادی ہم پلہ لوگوں میں کرنا چاہتے ہیں۔ ایک پرپوزل جو انہیں پسند ہے ایک ڈاکٹر کا ہے۔ سعد کے پاس ذہانت اور علم تو ہے لیکن دولت نہیں ہے جبکہ جہاں ممی اور پاپا چاہتے ہیں اس کے پاس نہ صرف ذہانت اور علم ہے بلکہ دولت بھی ہے۔ خود سوچیں دادا جی وہ ڈاکٹر صبح ہسپتال اور رات گئے کلینک میں مصروف ہوتا ہے۔ محض پیسہ کمانے کے لئے، زندگی صرف پیسے کے سہارے تو نہیں گزرتی ناں۔ اس لئے آپ کو پتا نہیں آج کل یہی بحث چھڑی ہوئی ہے گھر میں۔ میرا ووٹ سعد کے لئے ہے کیونکہ وہ میری اکلوتی اور سب سے پیاری بہن امل کی پسند ہے لیکن ممی اور پاپا کے نزدیک میرے ووٹ کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور پتا ہے نہ ممی پاپا سعد کا پتا کرنے گئے ہیں اور نہ ہی انہوں نے امل کو اجازت دی ہے۔''

''پھر اس کا کیا ردعمل ہے؟''

''جب سے اسے وہاں جانے سے منع کیا ہے تب سے کمرے میں بند روئے جا رہی ہے۔'' عون کے چہرے پر افسردگی پھیل گئی۔ ''ایک ہی تو میری بہن ہے اور اسے بھی ممی پاپا دولت کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔''

''لیکن انہیں ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' مجھے ایک دم عثمان اور بہو پر غصہ آ گیا۔ ''ہاں لڑکے میں کوئی خرابی ہو تب تو ان کی بات مانی بھی جا سکتی ہے، محض اس لئے سعد کو ریجیکٹ کرنا کہ وہ دولت مند گھرانے سے تعلق نہیں رکھتا بالکل بے معنی بات ہے۔''

''ممی پاپا کا خیال ہے کہ امل سسرال میں ہمیشہ سونے سے پیلی رہے۔''

"سونا چاندی زندگی کو حرارت تو نہیں دے سکتے، کیوں کر رہے ہیں عثمان اور بہو یہ بیوقوفی؟"

"چھوڑیں دادا جی! ممی اور پاپا کو کوئی نہیں سمجھا سکتا، ان کے سامنے محبت کی نہیں دولت اور اسٹیٹس کی اہمیت ہے۔" عون بولا۔ "بہر حال آپ کیوں خواہ مخواہ پریشان ہوتے ہیں اب آرام کریں آپ میں ذرا امل کو دیکھ لوں۔"

تمام رات مجھ سے سویا نہ جا سکا، عثمان اور بہو میری پوتی پر اپنی مرضی نہیں ٹھونس سکتے تھے۔ انہیں بھلا اس کا کیا اختیار تھا، اتنا رونے سے تو وہ پھول جیسی بچی بالکل مرجھا گئی ہوگی۔ اس معصوم کے آنسو بھی ان کا یہ بے تکا فیصلہ تبدیل نہ کر سکے؟

صبح خلاف معمول ناشتے کے لئے میں ڈائننگ روم میں ہی چلا آیا، میز پر امل کے علاوہ سب موجود تھے۔ مجھے سب نے ہی حیرت سے دیکھا لیکن منہ سے کوئی بھی کچھ نہ بولا۔ صرف عون ہی چپ چاپ تھا، مجھے انہیں اتنا بے پرواہ دیکھ کر غصہ آنے لگا۔ کتنے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ناشتہ کر رہے تھے امل کی حالت سے بے خبر۔

"امل کہاں ہے؟" میرے لہجے میں نہ چاہتے ہوئے بھی تلخی آ گئی۔

"ممی اپنے کمرے میں ہے۔" بہو نے بتایا۔ "اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"اس کے بغیر ناشتہ کر رہے ہو تم سب، ہنسی مذاق کر رہے ہو۔ کسی کو خیال نہیں کہ بچی بھوکی پڑی ہوئی ہے۔" مجھے ان پر شدید غصہ آ رہا تھا، نہ جانے کیسے ماں باپ تھے کہ اولاد کی کوئی فکر ہی نہیں تھی۔

"ڈیڈی! میں نے اسے ناشتہ بھجوا دیا ہے۔" اب پھر بہو بولی، اس کی آواز میں واضح حیرت تھی۔

"جا کر دیکھا بھی ہے کسی نے کہ اس نے ناشتہ کر لیا ہے یا نہیں؟"

"آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں ڈیڈی، کرے گی ناشتہ کوئی بچی تو نہیں ہے۔" یہ عثمان تھا۔

"ہاں تم لوگوں کو کیا فکر ہوگی بچوں کی۔" میرا غصہ اب عروج پر پہنچ گیا تھا۔ "مریں یا جئیں تمہاری بلا سے، تم لوگوں کا کام صرف تجوری بھرنا اور بینک بیلنس میں اضافہ کرنا ہے، بچے جائیں بھاڑ میں۔"

عون گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ دادا جی مجھے پریشان لگ رہے ہیں، میرے ساتھ آئیں آپ۔" وہ مجھے بازوؤں سے پکڑ کر میرے کمرے میں لے آیا۔

"ایزی دادا جی ایزی۔" اس نے مجھے کرسی پر بٹھایا۔ "آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں اس معاملے میں پریشان ہونے کا کوئی فائدہ نہیں، ہوگا وہی جو ممی اور پاپا چاہیں گے۔"

"کیا تم سے امل نے کوئی بات کی؟"

"وہ بے چاری کیا بات کرے گی، اس نے تو صاف کہہ دیا ہے کہ وہ مر جائے گی لیکن سعد کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرے گی۔ بھلا منافقت کے ساتھ بھی کوئی زندہ رہ سکتا ہے۔"

"کیا اس نے واقعی یہ کہا ہے؟" میرا دل ڈوبنے لگا۔ اور یہ وقت تھا جب ماضی کی شاہراہ پر پھیلا سارا اندھیرا چھٹ گیا۔ چوڑیوں کی کھنک کے ساتھ فہمیدہ میری منتظر تھی، میں نے بھی اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا لیکن آج اس کا سراپا تمام جزئیات کے ساتھ میرے سامنے موجود تھا۔ خوبصورت اور پاکیزہ سی فہمیدہ جو نظریں جھکائے سارا دن کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتی تھی اور کبھی اچانک، بالکل اچانک ہی میری جانب دیکھنے لگتی تھی۔ جونہی میری نگاہ اس پر پڑتی اس کی نگاہیں پھر جھک جاتیں، پتا نہیں اس وقت یہ سب کچھ میں کیوں نہ دیکھ سکا تھا۔

اور اس دن گول مٹول سے عثمان کو اس نے میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ "اللہ نے بیٹا دیا ہے۔" اور میں "اچھا ہے۔" کہہ کر بغیر بچے کو پیار کئے کورٹ چلا گیا تھا۔

اور پھر ایک دن جب میں گھر واپس آیا تو وہ سفید کفن میں بالکل حور لگ رہی تھی۔ نہ اس کے آنے کا پتا چلا اور نہ جانے کا احساس ہوا اور اب وہ میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں اسے دیکھ سکتا تھا، اس کے سراپے کے ایک ایک نقش کو، لیکن نہیں مجھے یاد نہیں کہ اس کی آنکھیں کیسی تھیں۔ کبھی اس نے میرے سامنے نگاہیں اٹھائی جو نہیں تھیں اور جب کبھی ایسا ہوا تب بھی اس سے پہلے کہ میں اس کی آنکھیں دیکھ سکتا، وہ جھک جاتی تھیں۔

فہمیدہ کے اس تصور سے مجھے فون کی مسلسل بجتی گھنٹی نے نکالا۔ عون جا چکا تھا، شیشوں کے پار زہرا ابھی موجود نہیں تھی۔

"ہمدانی سپیکنگ۔" میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"زہرا بول رہی ہوں، کیسے کیا کر رہے تھے؟"

"فہمیدہ کے متعلق سوچ رہا تھا۔"

''کون فہمیدہ؟''

''میری مرحومہ بیوی۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اس کا نام فہمیدہ تھا بہت اچھی، بہت پاکیزہ تھی وہ۔''

''شکر ہے آپ کو مرحومہ کا نام تو یاد آیا۔''

''صرف نام ہی نہیں یاد آیا، یقین کریں زہرا بی بی آج تو وہ مجسم میرے سامنے تھی پلکیں جھکائے۔''

''اور امل کے متعلق کیا پتا چلا؟''

''اصل میں میری پوتی نے ہی مجھے مرحومہ بیوی کے قریب لا کھڑا کیا ہے، اچھا ہے آپ کو میرا شک درست تھا۔ امل سعد کو چاہتی ہے اور سعد بھی اسے پسند کرتا ہے لیکن میرا بیوقوف بیٹا اور بہو سعد کے بجائے اس کی شادی ایک دولت مند ڈاکٹر سے کرنا چاہتے ہیں۔ امل نے اس رشتے سے صاف انکار کر دیا ہے، وہ کہتی ہے کہ وہ اپنی جان دے دے گی لیکن سعد کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کرے گی۔ بس زہرا بی بی، یہی وہ بات تھی جس نے مجھے نصف صدی پیچھے لا کھڑا کیا۔'' میں بولے جا رہا تھا۔

''عثمان اور بہو بیوقوفی میں اپنی پھول جیسی بیٹی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ جب مجھے اس کے کھلتے گلاب جیسے چہرے پر وہ آنسو یاد آتے ہیں تو میرا دل رو پڑتا ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے میں اس کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی نہیں ہونے دوں گا۔''

''ایسا ہی ہوتا ہے۔'' زہرا بی بی نے گہری سانس لی۔

''کیسا؟''

''کوئی بھی مرد اپنی بیوی کی تکلیف اور دکھ کو اس وقت تک نہیں سمجھتا جب تک یہی دکھ اس کی بہن یا بیٹی پر نہ گزریں۔ بیوی کے ہر دکھ کو وہ بہت آسانی سے نظر انداز کر دیتا ہے، تکلیف اسے تب ہوتی ہے جب آنسو بہن یا بیٹی کی آنکھوں میں ہوں۔ آپ کو بھی فہمیدہ اس وقت یاد آئی جب آپ نے امل کو دکھی دیکھا، ورنہ آپ ساری زندگی اخباروں اور قانون کی کتابوں میں بسر کر دیتے۔''

''مجھے آپ کی ہر تلخ بات سننی پڑے گی، فہمیدہ کا دکھ تو میں نہ سمجھ سکا اور نہ ہی بانٹ سکا لیکن اب امل کو میں اس دکھ سے کبھی نہیں گزرنے دوں گا کبھی نہیں۔''

''آپ عثمان اور بہو بیگم سے بات کریں مجھے یقین ہے وہ آپ کی بات کبھی نہیں ٹالیں گے۔''

''مجھے ان کی بات کی کوئی پروا نہیں، اگر وہ نہ مانے تو میں خود اس کی شادی اس کی پسند سے کروں گا۔''

''اچھا ہمدانی صاحب، جو کچھ کرنا احتیاط سے کرنا۔'' اس نے مجھے خالص زنانہ مشورہ دیا۔ ''اب مجھے کچھ کام نمٹانے ہیں اس لئے خدا حافظ۔''

شام کو بوا مجھے چائے دینے آئی تو میں نے اس سے امل کے متعلق پوچھا۔

''چھوٹی بی بی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی، کل سے کمرہ بند کئے پڑی ہوئی ہیں۔''

میرا دل کٹ کر رہ گیا۔

''عثمان اور بہو بیگم کہاں ہیں؟''

''ٹی وی دیکھ رہے ہیں لاؤنج میں۔''

''عثمان!'' میں نے چیخ کر کہا۔

''جی ڈیڈی۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا مذاق بنا رکھا ہے تم لوگوں نے۔'' اب کے بہو بھی پریشان ہو کر کھڑی ہو گئی۔

''کیا بات ہے ڈیڈی؟'' وہ اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ میں ایک مرتبہ پھر چیخ پڑا۔

''زندگی اجیرن کر کے رکھ دی ہے امل کی، مارنا چاہتے ہو تو اتنا لمبا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، ایک ہی مرتبہ گلا گھونٹ دو اس کا۔ گھر بھی کبھی سمجھوتوں پر قائم ہوئے ہیں، لیکن تم لوگوں کو کیا دوسرے یا جیئے۔ تم تو صرف یہ چاہتے ہو کہ سوسائٹی میں دولت کی نمائش کرتے پھرو۔''

''ڈیڈی بات کیا ہے میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔'' عثمان نے پریشانی سے کہا۔

''تمہارا کیا خیال ہے کہ میں کمرے میں بند رہتا ہوں تو مجھے یہ نہیں پتا کہ اس گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ میں صاف صاف لفظوں میں کہہ رہا ہوں کہ میری پوتی کی شادی وہیں ہو گی جہاں وہ چاہے گی۔ اگر کسی نے اس کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھانے کی جرأت کی تو میں ابھی مرا نہیں ہوں۔ اپنے ہاتھوں سے اس کی شادی کروں گا اس کی پسند کے لڑکے سے۔''

''ڈیڈی آپ جیسا چاہیں گے ویسا ہی ہو گا آپ بالکل فکر نہ کریں۔'' بہو بولی۔

''میری مرضی سے نہیں شادی امل کی مرضی سے ہو گی۔''

"جی جی اسی کی پسند سے ہوگی۔" عثمان نے کہا۔

"یہ مت سمجھنا کہ مجھے خبر نہیں کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو۔" میں ابھی بھی غصے میں بھرا ہوا تھا۔ "یاد رکھو اگر تاریخ نے خود کو دہرایا تو میں تم دونوں کو ہرگز معاف نہیں کروں گا۔"

"دادا جی ٹیک اٹ ایزی۔" عون نہ جانے کہاں سے نکل آیا اور مجھے میرے کمرے کی طرف لے جانے لگا۔

"یہ اچانک کیا ہوا ڈیڈی کو؟" بہو حیران ہو کر عثمان سے پوچھ رہی تھی۔

"ممی کی وفات ان کے دل سے نکل نہیں سکی شاید امل کو دیکھ کر۔"

اس سے آگے میں عثمان کی بات نہ سن سکا۔ عون مجھے کمرے میں چھوڑ کر جا چکا تھا۔ میں پائپ کا دھواں فضا میں چھوڑ رہا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس۔"

ایک بے حد خوبصورت اور معصوم سی لڑکی جھجکتے جھجکتے اندر داخل ہوئی۔

"سلام دادا جی!" اس نے ماتھے تک ہاتھ لے جا کر کہا۔ جینز اور کھلی سی سویٹر میں ملبوس لڑکی کے سلام کا یہ انداز دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی آواز اتنی مدھم تھی کہ میں بمشکل سن سکا۔

"وعلیکم السلام بیٹی۔"

لڑکی نے پیچھے مڑ کر بند دروازے کی طرف دیکھا اور پھر انتہائی بیچارگی سے میری طرف دیکھنے لگی۔ "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" نہ جانے کون بچی تھی اور اتنی گھبرائی ہوئی کیوں تھی۔

"آپ نے اپنا تعارف تو کروایا ہی نہیں۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "کیا نام ہے آپ کا اور آپ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہیں؟"

"جی سونیا۔" اب بھی اس نے بے حد مدھم آواز میں کہا۔

"سونیا میرے عون کی پسند۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "آئیں بیٹے ادھر آئیں کیوں کھڑی ہیں؟"

"جی آپ ناراض ہو جائیں گے۔" اس نے سر جھکا کر کہا۔ آواز بہت مانوس اور جانی پہچانی تھی، میں نے ذہن پر زور دیا۔ شیشوں کی دیوار کے پار زہرا ابھی بھی گلابی رنگ کی سویٹر بننے میں مشغول تھی۔ میرے ذہن میں جھماکہ سا ہوا، وہ آواز ایک ساٹھ سالہ عورت کی نہیں تھی

میں ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

"جی اصل میں عون اور امل نے مجھے کہا تھا۔" میرے دیکھنے سے وہ اور گھبرا گئی۔ "میں نے منع بھی کیا تھا لیکن عون کہنے لگا کہ وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا، بس اس لئے میں نے یہ حرکت کی تھی۔" اس نے مڑ کر ایک بار پھر بند دروازے کو دیکھا۔ "پلیز آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں مجھے کسی کا ناراض ہونا اچھا نہیں لگتا۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، زہرا صحن سے اٹھ کر گھر کے اندر جا رہی تھی۔ آج میرے اور عون کے درمیان لگنے والی شرط کو پورے تین ماہ ہو گئے تھے۔

"اور وہ شیطان کہاں ہے؟"

"جی کون؟" وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔

"وہی جس کا منصوبہ تھا۔"

"وہ باہر۔" اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے پیچھے دروازے کی طرف دیکھا۔ "میں نے تم سے منع بھی کیا تھا دادا جی لیکن وہ مانا ہی نہیں میں کیا کرتی۔"

میں نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا، امل اور عون مستعد کھڑے تھے، مجھے دیکھ کر دونوں کی آنکھوں میں شرارت ناچنے لگی۔

"بھاگو امل ورنہ مارے جائیں گے۔" عون بھاگنے کو تھا کہ میں نے اس کا کان پکڑ لیا۔

"چلو تم دونوں اندر۔"

دونوں بھیگی بلی کی طرح سر جھکائے اندر آ گئے۔

"آئی ایم سوری دادا جی لیکن آپ کو قائل کرنے کا اور کوئی طریقہ ہی نہیں تھا۔" عون قالین پر بیٹھ کر کہہ رہا تھا، اس کے دائیں جانب سونیا اور بائیں جانب امل بیٹھی تھی۔ "اصل میں انسان کے وجود کی تکمیل کے لئے ایک خاندان ضروری ہوتا ہے۔ آپ اپنی اماں سے ہمیشہ دور رہے، اس لئے آپ کو ماں کے پیار کا احساس نہ ہوا۔ آپ کی بہن تھی نہیں کہ آپ کو بھولی بھالی خوشیوں کا اندازہ ہوتا۔ بھائی تھا نہیں کہ آپ اپنی کامیابی اور ناکامی اس کے ساتھ شیئر کرتے۔ بیوی ملی تو آپ نے قدر نہ کی، بیٹی تھی نہیں کہ آپ کو کسی ذمہ داری اور محبت کا احساس ہوتا۔ غرض کہ آپ کی زندگی ہر لحاظ سے نامکمل تھی، میں نے آپ کو رشتوں کی محبت کا احساس دلایا تاکہ آپ کی ذات کی تکمیل ہو سکے۔"

''اور وہ فون؟''

''سب ایکٹنگ تھی، ہمیں آنٹی زہرا کے دھوپ سینکنے کے وقت کا پتا تھا اس لیے مسئلہ نہیں ہوا۔''

''اور سعد اور امل کا رشتہ؟''

''وہ تو ہو گا ہی۔'' عون ہنس پڑا۔ ''کیونکہ امل اور سعد ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور اس رشتے پر ممی اور پاپا کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

میں نے امل کی طرف دیکھا وہ سر جھکائے ہنس رہی تھی۔

''تم لوگوں نے بہت اچھی ایکٹنگ کی۔'' میں نے اعتراف کیا اور میز کی دراز سے چیک بک نکال کر اس پر دستخط کیے۔ ''یہ ہے تمہارے لئے۔'' میں نے چیک عون کی طرف بڑھایا۔

''یہ کیا دادا جی؟''

''آج شرط کا آخری دن ہے اور تم ٹریل موٹر بائیک جیت چکے ہو۔'' میں نے کہا۔

''دادا جی زندہ باد۔'' بچے ہنستے اور نعرے لگاتے کمرے سے چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی کمرے میں ٹھہراؤ اور سکوت آ گیا اور اس سکوت میں کہیں مدھم مدھم چوڑیاں کھنکنے کی آواز دینے لگی۔

''کاش بچو، تم مجھے یونہی رہنے دیتے یہ کس درد سے آشنا کروا دیا ہے تم لوگوں نے مجھے۔ آج سے پہلے جن کامیابیوں اور خوشیوں کا میں ڈھنڈورا پیٹا کرتا تھا۔ ان میں سے تو کسی کامیابی، کسی خوشی کے رنگ تک میرے ہاتھ پر نہیں ہیں۔ کیا پایا میں نے زندگی میں (Much do about nothing) میرے تو ہر طرف تپتی ریت بچھی ہوئی ہے۔ کاش میرے ہمراہ فہمیدہ ہوتی اس کی کھنکتی چوڑیاں اور جھکی ہوئی پلکیں ہوتیں۔ میں تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں فہمیدہ، اب یہ مختصر سی راہیں بھی بے حد طویل لگ رہی ہیں۔ تنہائی کا یہ سفر میں ایک لاحاصل منزل کے لئے طے کر رہا ہوں۔ خدا میرے بچوں کو دنیا کی ہر خوشی، ہر نعمت عطا کرے ورنہ میں تو عشق کے ایک تنہا اور لمبے سفر پر نکل کھڑا ہوں، لاحاصل کی تلاش میں۔''

☆======☆======☆